

”حضرت معاویہؓ اور خلافتِ ملوکیت“

البلاغ کے خصوصی نمبر پر تبصرہ

ملک غلام علی صاحب

(۱۳)

(توریت و دیت کے مسائل پر ترجمان میں ضروری بحث آپکی ہے۔ اس کے بعد تقسیم عنائم اور ست و شتم کی باری آتی ہے۔ میں ان دونوں مسلوں پر البلاغ کے تبصرے کا جواب لکھ چکا ہوں، لیکن اس کی یکجا اشاعت کے لیے ترجمان کے تقریباً ۳ صفحات درکار ہیں، ترجمان القرآن کی ضخامت چونکہ ناگزیر وجوہ کی بنا پر کم کی جا رہی ہے اس لیے بال غنیمت سے متعلق بحث کو روک کر اس پرچے میں سب و شتم والی بحث کو پہلے دیا جا رہا ہے ”خلافتِ ملوکیت“ کا، اکی ترتیب کے لحاظ سے بھی یہی مسئلہ پہلے آنا چاہیے۔ آئندہ ترجمان میں انشاء اللہ غنیمت کا مسئلہ زیر بحث آتے گا۔ غلام علی]

مسئلہ سب و شتم | اب میں حضرت علیؓ اور اہل بیت پر سب و شتم کے مسئلے کو لیتا ہوں۔ میں نے ضروری آثار و شواہد کے ساتھ اس امر کا پورا ثبوت فراہم کر دیا تھا کہ اس مہم کا آغاز امیر معاویہؓ نے کیا تھا اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد تک یہ پورے زور شور سے جاری رہی تھی۔ مگر مجھے سخت حیرت ہے کہ مدیر البلاغ نے پھر میری باتوں کو غلط قرار دینے کی کوشش کی ہے اور میں بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ دوبارہ مجبوراً اس تکلیف دہ موضوع پر کلام کر رہا ہوں۔ البلاغ کے تازہ نمبر میں پہلے اس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو میں نے الہدایہ سے نقل کی تھی اور جس میں یہ مذکور ہے کہ امیر معاویہؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے سامنے حضرت علیؓ کے حق میں بدگوئی اور سب و شتم کا آغاز کر دیا۔ اس کے بعد مسلم کی جو روایت میں نے درج کی ہے، اُسے دوبارہ نقل کیا ہے جو

یوں ہے :

”اصرمعاویۃ بن ابی سفیان سے سعداً فقال ما منعك ان تسب اباتراب فقال
اما ما ذكرت ثلاثا قالهن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلن استبه
اس روایت کا ترجمہ بھی میرے الفاظ میں مولانا محمد تقی صاحب نے دے دیا ہے اور وہ یہ ہے :
”حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو حکم دیا، پھر کہا کہ آپ کو کس چیز نے روکا ہے کہ آپ
ابوتراب (حضرت علیؓ) پر سب و شتم کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب میں ان تین ارشادات
کو یاد کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق فرماتے تھے تو میں ہرگز ان
پر سب و شتم نہیں کر سکتا۔“

اس پر مولانا عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ”سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس ترجمہ کو درست
مان لیا جائے، تب بھی اس کی روشنی میں اس قول کی دلیل کیسے مل گئی کہ ”حضرت معاویہؓ خطبوں میں برسر منبر
حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوجھار کرتے تھے۔“ اے کاش کہ عثمانی صاحب میرے غلط ترجمے کے ساتھ اپنا درست
ترجمہ بھی درج فرمادیتے، اس کے بغیر آخر میری غلطی کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر میری اس ایک پیش کردہ
روایت پر یہ سوال کتنا عجیب و غریب ہے کہ اس میں خطبوں میں برسر منبر سب و شتم کا ثبوت کیسے ملتا ہے؟
کیا میں نے سب و شتم کے ثبوت میں بس یہی ایک یا دو روایتیں نقل کی تھیں؟ میں نے تو اکیس بائیس صفحے
لکھے تھے۔ میں نے توفیق الباری، مسند احمد، ابوداؤد، تاریخ طبری، البدایہ، الکامل، تطہیر النجان وغیرہ کے
مستند حوالوں سے یہ بات نہایت صراحت و وضاحت سے ثابت کر دی تھی کہ حضرت معاویہؓ اور آپ کے گورنر
برسر منبر سب و شتم کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی اگر دلائل و شواہد کا مطالبہ بدستور قائم ہے تو میں اس موضوع پر
ایک پوری کتاب لکھ سکتا ہوں۔ مگر میں یہاں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ اس سب و شتم کے نقوش اور تاریخ
پر اتنے جلی اور نمایاں عنوان کے ساتھ ثابت ہیں کہ ان کے لیے کسی حوالے کا اندراج تکلف سے کم نہیں ہے۔
مؤرخین اسے ایک مسلمہ واقعہ کے طور پر بیان کرتے ہیں اور مولانا مودودی یا میرے لیے یہ ضروری ہی
نہ تھا کہ اس کے لیے کوئی حوالہ دیتے اور جو پہلے دیئے گئے یا اب دیتے جائیں گے وہ ”تبرعاً“ دیئے

جائیں گے۔ متعدد اہل علم نے اس سبب و شتم کی رسم کو بطور ایک بدیہی واقعہ کے بیان کیا ہے اور بعض نے اس کے لیے کسی حوالے کی سرے سے ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ میں یہاں اس کی چند مثالیں پیش کیے دیتا ہوں۔ مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی اپنی کتاب "تاریخ اسلام" جلد دوم، طبع نجف ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں:

”امیر معاویہ اپنے زمانے میں برسر منبر حضرت علیؑ پر سب و شتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے لیکن امیر معاویہ کی تقلید میں یہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے۔ حجر بن عدی اور ان کی جماعت کو قدرۃ اس سے تکلیف پہنچتی تھی۔ مغیرہ بن شعبہ کے بعد زیاد کے زمانہ میں بھی یہ رسم جاری رہی“

مشہور مصری عالم و مؤرخ اتناذ محمد ابو زہرہ، اپنی تصنیف "تاریخ المذاهب الاسلامیة الجزء الاول" مطبوعہ دار الفکر العربی میں لکھتے ہیں:

”وقد كان العصر الاموي محترضا على المغالاة في تقدير علي رضي الله عنه لان

معاوية ستة سنة سيئة في عهده روى من خلفه من الامويين حتى عهد عمر بن عبدالعزيز

وتلك السنة هي لعن امام الهدى علي ابن ابي طالب رضي الله عنه عقب تمام خطبة

ولقد استنكرتني الصحابة ونهوا معاوية وولاته عن ذلك حتى لقد كتبت ام سلمة

زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم اليه كتابا تنهاه وتقول فيه: انكم تلعنون الله و

رسوله علي منابركم وذلك انكم تلعنون علي ابن ابي طالب ومن احبه واشهد

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم احبه -

”اور نبوا متبہ کا عہد حضرت علیؑ کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم میں مزید اضافے کا موجب

ثابت ہوا، کیونکہ امیر معاویہ نے اپنے زمانے میں ایک بُری سنت قائم کی جو ان کے بعد

کے جانشینوں نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک جاری رکھی۔ یہ سنت یہ تھی کہ امام پُری علی

لہ دبر البلاغ نوٹ فرمائیں کہ یہاں محمد ابو زہرہ نے بھی سنت کا لفظ استعمال کیا ہے اور سب علی کے ضمن میں جو

رضی اللہ عنہ پر خطبہ جمعہ کے آخر میں لعنت کی جاتی تھی۔ دوسرے صحابہ کرام نے اس پر کبیر کی اور امیر معاویہ اور آپ کے گوزروں کو اس سے منع کیا حتیٰ کہ ائمہ المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف خط لکھا جس میں اس فعل سے باز رہنے کو کہا اور اس میں لکھا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر برس برس لعن طعن کرتے ہو اور یہ اس طرح کہ علی ابن ابی طالب پر اور جنہوں نے ان سے محبت کی ان پر لعنت بھیجتے ہو اور میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی محبوب تھے :-

مشہور مؤرخ ابوالفداء عماد الدین اسماعیل شافعی (وفات: ۷۳۲ء) جو جمادہ (شام) کے والی تھے اور الملک الموتید کے لقب سے معروف تھے، وہ اپنی تاریخ المختصر فی اخبار البشر میں امیر معاویہؓ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«كان معاوية وعماله يدعون لعثمان في الخطبة يوم الجمعة ويسبون علياً ويقعون فيه - (المختصر في اخبار البشر ج ۲ ص ۴۸-۴۹، دار البعثة، بيروت، ۱۳۵۵ء)
معاویہ اور ان کے گوزر جمعہ کے خطبے میں حضرت عثمان کے حق میں دعا کرتے تھے اور حضرت علیؓ پر سب و شتم اور ان کی بدگویی کرتے تھے۔»

اگے چل کر ابوالفداء عمر بن عبدالعزیز کے سوانح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«كان خلفاء بني امية يسبون علياً رضي الله عنه من سنة احدى واربعين وهي السنة التي خلع الحسن فيها نفسه من الخلافة الى اول سنة تسع وتسعين فلما ولي عمر ابطال ذلك - (المختصر، الجزء الثاني من ۱۲)»

(خلفائے بنی امیہ نے سلمہ سے حضرت علیؓ پر سب و شتم کا آغاز کیا اور یہ وہ سال ہے جب حضرت حسنؓ خلافت سے دستبردار ہوئے۔ یہ سلسلہ ۹۹ھ کے اوائل تک جاری رہا جب

۴۔ احوال میں نے حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن حجر مکی کے نقل کیے ہیں انہوں نے بھی اس طریقے کو سنت لکھا ہے۔ اب یہ کیسی ادکس کی سنت ہے، اس پر غور فرمائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کا خاتمہ کیا، -

میں نے البدایہ کی روایت نقل کی تھی جس میں یہ ذکر تھا کہ امیر معاویہؓ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کے سامنے نجی مجلس میں حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہا تھا اور لکھا تھا کہ ایک طرح سے پرائیویٹ مجلس میں سب و شتم اپنے ساتھ اعتیاب کو بھی جمع کر لیتا ہے۔ اس سے بھی مدیر ابلاغ نے دو نکتے پیدا کر لیے ہیں۔ ایک یہ کہ نمبر پر سب و شتم اعتیاب کیوں نہیں، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تم نے تو گویا پرائیویٹ مجلس میں بُرائی کرنے کو زیادہ مذموم سمجھا، حالانکہ مولانا مودودی تو یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے خطبے میں یہ فعل زیادہ گھناؤنا ہے۔ اگر اس طرح کے لاطائل معارضات کا جواب بھی ضروری ہے، تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ جب کونے میں تھے تو شتم کے منبروں پر انہیں کو منا اور حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ان پر سب و شتم کرنا یہ بلاشبہ غیبت تھا اور اس حد تک مجھے عثمانی صاحب کے نکتہ اولیٰ سے پورا اتفاق ہے لیکن جیسا کہ میں ابن حجر مکی کے حوالے سے پہلے نقل کر چکا ہوں اور مولانا مودودی البدایہ وغیرہ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں، جب امیر معاویہؓ کا گوزر مردان حضرات حسنینؓ کے رُودر رُوانہیں اور ان کے والد ماجد کو خطبہ جمعہ میں گالیاں دینا تھا، اسے غیبت کہنا تو مشکل ہے، البتہ اس میں غیبت کا قبیح پہلو اگر مفقود ہے، تو اس کے بجائے یہ مذموم پہلو موجود ہے کہ خطبہ جمعہ کو ایسی آلودگی سے ملوث کیا جاتے میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان دونوں میں سے زیادہ بُرا کام کونسا ہے۔ میرے نزدیک دونوں ہی اپنی شاعت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اگر آپ کے خیال میں میری بات اور مولانا مودودی کی بات میں تفاوت و اختلاف ہے تو چلیے لو یہی سہی میں نے یہ کب کہا ہے کہ مجھے مولانا کی ہر بات سے کلی اتفاق ہے۔

اردو اور عربی والا سب و شتم | میں نے کتب حدیث میں سے سب علی کا جو قطعی ثبوت پیش کیا تھا، اس سے عریح انکار کی گنجائش چونکہ نہیں ہے، اس لیے مدیر ابلاغ نے اس کے بالواسطہ انکار کے لیے استدلال کا ایک دوسرا پہلو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اردو میں لفظ سب و شتم جس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، عربی میں نہیں ہوتا۔ عربی میں معمولی سے اعتراض یا تغلیط کو بھی لفظ "سب" سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش کی ہے جس میں دو صحابیان کے متعلق ذکر ہے کہ

انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "سبت" فرمایا۔ مدیر البلاغ کا کہنا یہ ہے کہ یہاں مطلب معاویہ اللہ بہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ نے گالیاں دیں۔ یہاں سبت کا لفظ غلطی پر ٹوکنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے امیر معاویہ کے متعلق جو سبت کا لفظ آیا ہے، اس کا حاصل حضرت علیؑ کے طرز عمل پر اعتراض کرتا، اسے غلط ٹھہرانا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

لیکن مدیر البلاغ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اردو میں لفظ سبت و شتم جن معنوں میں آتا ہے، عربی میں نہیں آتا۔ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ عربی، فارسی اور اردو میں ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ان الفاظ کا مطلب ہر حال میں گالی دینا ہی ہو، لیکن یہ بات بھی بالکل غلط ہے کہ عربی میں معمولی سے اعتراض یا غلطی کی نشان دہی کو بھی "سبت" کے لفظ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ عربی میں بھی یہ لفظ یا تو بگ کوئی اور کالم گلوچ کے لیے آتا ہے، یا پھر طعن و تشنیع، زجر و توبیخ اور ڈانٹ و پٹ کے لیے آتا ہے۔ نہایہ ابن اثیر، قاموس، الصحاح وغیرہ میں اس کے یہی معانی بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ سبت و شتم کا انداز اور اس کے اسلوب و الفاظ ہر حال میں ایک نہیں ہو سکتے۔ اس میں فرقیوں کی ذات اور حیثیت جس مرتبہ و منزلت کی حامل ہوگی، سبت و شتم کے الفاظ بھی اسی کے موافق ہوں گے اور بسا اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ ایک موقع و محل میں سبت و شتم پر محمول ہوں گے اور دوسرے مقام پر نہ ہوں گے۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے، ہم تو حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں بھی یہ گمان نہیں کر سکتے کہ وہ خدا نخواستہ کسی کو ماں بہن کی گالیاں دیتے ہوں گے جیسی کہ اجد قسم کے لوگ دیتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ فسبتہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت نے بس غلطی پر ٹوک دیا۔ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح حکم دے دیا تھا کہ کل تم لوگ انشاء اللہ ایک چشمے پر اترو گے تو جو شخص ہم سے پہلے وہاں جا پہنچے وہ پانی کو بالکل نہ چھوتے۔ اس کے باوجود ایسا ہوا کہ دو صاحبوں نے جا کر پانی استعمال کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اس صریح حکم کی خلاف ورزی آنحضرت کے لیے سخت موجب گرفت ہوتی ہوگی اور آپ نے خلافت معمول ہی سخت الفاظ میں ڈانٹا ہوگا جنہیں حضرت معاویہ نے اس طرح روایت کیا کہ فسبتہما وقال لهما ما

ثم الله ان يقول (آنحضرت نے برا بھلا کہا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ کچھ فرمایا)۔

یہاں اس بات کو واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ دوسرے لوگوں کے سب و شتم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سب میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ اس فعل کا صدور اگر آنحضرت کی ذات مبارک سے بتقاضائے بشریت ہو تو اسے اس شخص کے حق میں اللہ نے موجب رحمت و برکت بنا دیا ہے جو خطا اس کا مورد بن گیا ہو، یہ خاصیت کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم ہی کا ایک باب ہے جس کا عنوان ہے: من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم او سبه او دعا عليه وليس هو اهلاً لذلك كان له زكوة واجراً ورحمة۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس پر لعنت یا سب یا بددعا کریں اور وہ اس کا مترادف نہ ہو تو یہ چیز اس کے حق میں اجر و برکت اور رحمت بن جائے گی۔

اس کے بعد حدیث ہے کہ دو آدمیوں نے آنحضرت سے کوئی ایسی بات کہی کہ آپ سخت ناراض ہوئے اور آپ نے ان پر لعنت اور سب کا اظہار فرمایا، (فدعنا وسبتهما) اور باہر نکال دیا حضرت عائشہؓ نے اس پر کہا "یا رسول اللہ، کسی اور کو خیر سے حصہ ملے تو ملے، مگر یہ دونوں تو بالکل اس سے محروم ہو گئے" آنحضرت نے فرمایا "کس طرح؟ وہ بولیں" آپ نے ان پر سب اور لعنت بھیجی: "آنحضرت نے فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ اے اللہ، میں ایک بشر ہوں، میں جس مسلمان پر بھی سب یا لعنت کروں، بددعا کروں، وہ اس کے لیے باعث اجر و نرکیہ ہو، دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا "اے اللہ، میں بشر ہوں، اگر کسی مومن کو ایذا دوں، اس پر شتم کروں، لعنت کروں یا کوڑے ماروں، تو اس کے لیے قیامت کے روز اس فعل کو رحمت و تقرب کا ذریعہ بنا" اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سب و شتم یا لعنت کا مستحق ہو، اس پر لعنت و نفرین کرنے میں مسابقت نہیں، لیکن لعنت یا سب و شتم کے عربی یا اردو مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ جو روایت کر رہی ہیں کہ آنحضرت نے دو اشخاص پر لعنت کی اور انہیں نکال دیا (آخر جبا)، تو اس میں لعنت کا مفہوم وہی ہے جو ایک اردو دان سمجھتا ہے، بلکہ اس کے لیے لفظ بھی لعنت ہی کا استعمال فرمایا ہوگا۔ جہاں تک سب یا برا بھلا کہنے کا تعلق ہے، اس کی تشریح ہمیں بہت سی احادیث میں مل جاتی ہے، مثال

کے طور پر آنحضرتؐ کی پر ناراض ہوتے تھے تو فرماتے تھے: تیری ماں تجھے روتے، تجھے رونے والیاں روئیں تجھ میں جاہلیت ہے، تیری تباہی ہو، تیری ناک یا چہرہ ناک آلود ہو۔ بعض اوقات اس سے زیادہ سخت الفاظ فرماتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی لعنت اور بددعا کو راگروہ ایسے مسلمان کے خلاف صادر ہو جو اس کا مستحق نہ ہو، اس شخص کے حق میں رحمت بنا دیا۔ اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ لعنت اور بددعا بالخصوص اسے عام طریقہ و وزیرہ بنا لینا جائز ہے یا عربی زبان میں سب و لعنت کے معنی اردو کے معانی سے مختلف ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَسَبُوا اللَّهَ عَدُوًّا يُبْعِدُكُمْ (الانعام - ۱۰۸)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:

”اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ

براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔“

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

”دشنام مدہید کسانے را کہ مشرکان می پرستند بجز خدا، زیرا کہ ایساں دشنام خواہند داد

خدا را از روت ظلم بغیر دانش۔“

اب اس آیت میں بھی سب کا مطلب بتوں یا معبودوں کو غلط روش پر محض ٹوک دینا یا ان پر معمولی سا اعتراض کرنا نہیں ہو سکتا اور مترجمین حضرات نے سب کا جو ترجمہ دشنام یا گالی سے کیا ہے اس کا مطلب بھی سو فیاضہ مغلطیات نہیں ہو سکتا، بلکہ مراد لعن طعن اور بدگوئی ہے جس سے متمسکین دل آزاری ہو۔ پھر جیسا کہ پہلے اشارتاً ذکر ہو چکا بسا اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ اگر کوئی بڑا چھوٹے کے لیے یا آقا اپنے ماتحت کے لیے کہ دے تو سب و شتم تصور نہیں ہوں گے لیکن وہی الفاظ اگر کم مرتبے کا انسان بڑے مرتبے والے کے حق میں استعمال کرے تو وہ سب اور گالی کی تعریف میں آسکیں گے۔ مثال کے طور پر باپ بیٹے کو یا بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو کو دون یا پاجی یا گاؤدی کہ دے تو مضائقہ نہیں لیکن چھوٹا اگر یہی الفاظ پلٹ کر بڑے کو کہ دے تو یہ بلاشبہ سب و شتم کے زمرے میں داخل ہوں گے، اب دیرالبارغ

خود تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اپنے ذاتی خصائل و اوصاف میں حضرت علیؓ کے ہم پلہ نہ تھے تو پھر حضرت معاویہؓ کے لیے یہ کیسے مناسب تھا کہ آپ خنثیہ یا علانیہ نہ صرف حضرت علیؓ کو مطعون و مجروح کرتے، بلکہ دو مہینوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے، جو ایسا نہ کرتا اس سے باز پرس فرماتے اور وہ بھی ان کی وفات کے بعد؟

پھر یہ بات بھی عجیب ہے کہ ایک طرف مولانا محمد تقی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ”یہ بات بلا خوف تردد کہی جاسکتی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کے سامنے حضرت علیؓ پر جو سب کیا یا کرنے کی ہدایت کی، تو وہ اُردو والا سب و شتم نہیں تھا، بلکہ اس سے مراد حضرت علیؓ پر اعتراض کرنا اور ان کی غلطی سے اپنی برادری کا اظہار تھا، اس سے زائد کچھ نہیں“ اور دوسری طرف صاحب موصوف اس بات کو ثابت کرنے پر بڑا زور لگا چکے ہیں کہ جن راویوں نے حضرت علیؓ پر نسبت و شتم والی روایات بیان کی ہیں وہ سب امیر معاویہؓ کے جانی دشمن، کٹے اور جلے بھنے رافضی اور دروغ بان ہیں۔ اگر سارے سب و شتم کا حامل اور مفاد و مالی بس یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ پر اعتراض فرمادیتے تھے تو اس کے لیے راویوں کو تیار کرنے اور ان کے لئے لینے کی کیا ضرورت ہے؟ بالخصوص جبکہ ان واقعات کو اکثر اور بالتصریح بیان کرنے والے نہایت عادل، ثقہ اور سنی راوی ہیں۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت علیؓ پر جس سب و شتم کا ذکر بار بار حدیث و تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے، اگر اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ کوئی ایک آدمی غیر محتاط لفظ امیر معاویہؓ کی زبان سے نکل گیا ہو، جیسا کہ عثمانی صاحب ہمیں باور کرانا چاہتے ہیں، تو اس شدید تکبر و احتجاج کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے اور اُسے کس طرح حق بجانب کہا جاسکتا ہے جو بعض جلیل القدر اصحاب کی طرف سے اس کے خلاف صادر ہوا، مثال کے طور پر حضرت سعدؓ ہی کے واقعہ کو لیجیے میں نے الہدایہ سے جو روایت نقل کی تھی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کو اپنے پاس بٹھایا، پھر حضرت علیؓ کی بُرائی اور عیب چینی شروع کر دی (فوق فیہ)۔ اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے گھر پر بلایا اور پھر علیؓ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا (و وقعت فی خلی تثنیہ) پھر حضرت سعدؓ نے حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب بیان کیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تھے اس کے

بعد حضرت سعد وہاں سے وامن جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چل دیئے کہ میں آئندہ کبھی بھی آپ کے ہاں نہیں آؤں گا اب کیا کوئی شخص اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ حضرت سعد امیر معاویہ کے محض ایک اوجھ غیر محتاط لفظ یا معمولی اعتراض پر اس حد تک غضبناک ہوتے ہوں گے؟ پھر فتح الباری، مناقب علی کی ترح میں حضرت سعد کا قول مُسند ابی یعلیٰ سے یوں مروی ہے کہ اگر میرے سر پر آ رہ رکھ کر مجھے سب علی کے لیے کہا جائے تو میں اب تک یہ کام نہیں کروں گا۔ کیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی پر سب و شتم بس ذرا سا اظہار اختلاف و اعتراض ہے؟

سب علی کا مفہوم اور اس کی مثالیں ام المومنین حضرت ام سلمہ نے اس بُری رسم پر متعدد مرتبہ نفرت و ملامت کا اظہار فرمایا۔ ایک حوالہ ابو زہرہ صاحب کی کتاب سے اوپر نقل ہو چکا ہے۔ ایک دوسرا حوالہ میں پہلی بحث میں مسند احمد کا دے چکا ہوں کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برسرِ منبر سب و شتم کیوں ہو رہا ہے؟ سننے والوں نے حیرت سے پوچھا کہ کہاں اور کیسے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کیا حضرت علی پر سب و شتم نہیں ہو رہا جو آنحضرت پر سب و شتم کے مترادف ہے کیونکہ آنحضرت سے محبت کرتے تھے اور میں اس کی گواہ ہوں؟ پھر میں نے سنن ابی داؤد اور مسند احمد کی روایات نقل کی تھیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ جب وہ کوفہ میں امیر معاویہ کے عامل تھے، تو ان کی موجودگی میں مسجد کے اندر سب علی کا ازکاب ہونا تھا اور حضرت مغیرہ بھی اس میں شریک تھے جس پر حضرت سعید بن زید نے سخت صدائے احتجاج بلند کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور اس رسم بد کو بند کیوں نہیں کیا جاتا؟ اب ان ساری تصریحات سے مدیر البلاغ اگر آکھیں بیچ کر بس یہ کہتے رہیں کہ عربی والا سب اور ہے، اردو والا اور ہے اور یہ محض ذرا سا اظہار اختلاف تھا، تو اس کا مطلب یہ بتو کہ ام المومنین اور عشرہ مبشرہ میں شامل ان دونوں اصحاب رسول نے خواہ مخواہ اور بیجا بات کا تبنڈ نہ بنایا، ورنہ امیر معاویہ اور ان کے گورنروں کا تو سرے سے کوئی قصور ہی نہ تھا۔ دو بیس اتنی بات کہتے تھے کہ حضرت علی قاتلین عثمان سے قصاص لینے میں مدافعت برت رہے ہیں اور اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کہ دیا؟ اب اگر عثمانی صاحب سے ہم یہ پوچھیں کہ حضرت، کیا آپ کی نگاہ میں صحابیت کا شرف صرف حضرت معاویہ ہی کو

حاصل تھا، اور ام المومنینؓ اور اکابر صحابہ کی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہ تھی تو وہ اس کا کیا جواب دینگے؟ دوسروں پر تو یہ صحابہ کا الزام رکھنے والے کبھی خود بھی سوچ لیں کہ وہ صحابہ کا کیا احترام فرماتے ہیں جہاں تک امیر معاویہؓ کے گورنروں کے فعلِ سب کا تعلق ہے، اُسے مدبر البلاغ نے یہ کہہ کر مٹا کر دینے کی کوشش کی ہے کہ ”مولانا نے صرف دو روایتوں کا حوالہ دیا تھا جن میں سے ایک میں گورنر کو نہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ذکر ہے لیکن اس کے راوی اول تا آخر شعبہ ہیں اور دوسری روایت جو مروان دعابلِ مدینہ کے متعلق تھی، اس کو یوں اڑا دیا ہے کہ بخاری میں تو صرف یہ ذکر ہے کہ مروان حضرت علیؓ کو ابو تراب کہتا تھا۔ یہ اعتقاد تعریف ہو سکتی ہے مگر اسے گالی نہیں کہا جاسکتا۔“ میں کہتا ہوں کہ طبری والی روایت کے راوی اگر شعبہ ہیں تو کیا ابن ماجہ، سنن ابی داؤد اور مسند احمد والی روایات کے راوی بھی شعبہ ہیں یا جھوٹے ہیں جو شیعوں کی بہ نسبت زیادہ صراحت کے ساتھ فعلِ سب و شتم اور اس کے خلاف شدید ردِ عمل کو بیان کر رہے ہیں؟ باقی رہا مروان کا قصہ تو اس کے متعلق البدایہ کی جس روایت کا حوالہ خلافت و حکومت میں دیا گیا تھا، اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ”جب مروان مدینے میں حضرت معاویہؓ کا گورنر تھا تو وہ ہر جمعہ کو منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علیؓ پر سب و شتم کیا کرتا تھا“ اس پر البلاغ میں لکھا گیا تھا کہ مروان حضرت علیؓ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ استعمال کرتا تھا مگر تاریخی روایتوں میں سے کسی میں ان کا ذکر نہیں۔ میں نے اس کے جواب میں تاریخ الخلفاء امام سیوطی اور تطہیر الجنان (دلائل حجرتی)، ص ۱۵۳ کی ایک روایت نقل کی تھی کہ مروان جمعہ

۱۵۷ یہ امر موجب اطمینان ہے کہ مدبر البلاغ نے مروان کا ملعون علیؓ لسان نبوی ہونا تسلیم کر لیا ہے اور انہوں نے امام حاکم کی اس حدیث کو صحیح السند مان لیا ہے جو میں نے نقل کی تھی اس طرح کی بہت سی روایات اور بھی ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں اور جنہیں تطہیر الجنان، صواعق محرقہ اور متعدد دوسری کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ مناسب ہو گا کہ مولانا عثمانی صاحب زحمت فرما کر اس حوالے سے مولانا محمد یوسف صاحب خطیب اہل حدیث، مصطفیٰ آباد، لاہور کو بھی مطلع فرادیں۔ انہی صاحب نے ایک حوالہ عثمانی صاحب کو فراہم کیا تھا جسے شکریہ کے ساتھ البلاغ میں درج کیا گیا تھا۔ یہی مولانا محمد یوسف اب مولانا صلاح الدین یوسف کہلاتے ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں خلافت و حکومت کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں جا بجا مروان کو حضرت مروان رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

میں حضرت علیؓ اور اہل بیت کو جس طرح گالیاں دیتا تھا، اس سے شک اگر حضرت حسن عین اقامت جمعہ کے وقت مسجد میں آتے تھے، پہلے تشریف نہ لاتے تھے۔ آخر مروان نے ایک قاصد بھیج کر گالی دی جس میں دیگر سب شتم کے علاوہ حضرت حسن کو یہ بھی کہا گیا کہ ”تیری مثال خچر کی سی ہے جس سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہے کہ میری ماں گھوڑی ہے...“ ظاہر ہے کہ اس بد زبان نے (جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون اور وزغ ابن وزغ کہا اور جسے شاہ عبدالعزیز صاحب نے طریڈ ابن طریڈ کہا) اس نے حضرت حسن کو خچر سے، سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کو گھوڑی سے اور حضرت علیؓ کو گدھے سے تشبیہ دی (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اس روایت کے رجال کو ابن حجر نے ثقات قرار دیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ معلوم نہیں مروان نے کیا نازیبا الفاظ استعمال کیے، تو اس پر حیف سد ہزار حیف ہے۔ میں پھر بھی یہ مانتا ہوں کہ امیر معاویہؓ تو ایسی غلیظ گالیاں ہرگز نہ دیتے ہوں گے، لیکن مروان جیسے لعنت زدہ اور زیادہ جیسے مجہول النسب گورز بھی کیا کسی حد پر جا کر رکتے ہوں گے؛ زیادہ ہی کی گندی گالیوں کے خلاف حضرت محمدؐ بن عدی نے احتجاج کیا تھا جس پر ان کے خلاف بغاوت کا بناوٹی مقدمہ بنا کر انہیں سزائے موت دی گئی۔ اس پر بحث پہلے ہی ہو چکی اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہوگی

”ابو تراب“ کے لفظ کا تحقیر آمیز استعمال | بہر کیف جو روایات مروان کے سب و شتم کی تفصیل بتاتی ہیں انہیں نظر انداز کرتے ہوئے مدیر المبلغ بس یہ بات دہرائے چلے جا رہے ہیں کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مروان حضرت علیؓ کو ابو تراب کہتا تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ اس لفظ کو حقیقی معنی یعنی ”مٹی کا باپ“ یا ”مٹی والا“ کے معنی میں استعمال کرتا ہوگا۔ لیکن انصاف کے کسی بھی قاعدے سے اسے سب و شتم نہیں کہا جاسکتا۔ یہ انصاف کے قاعدے جو مروان کے حق میں وضع کیے جا رہے ہیں ان کا جواب تو میں بڑی اچھی طرح دے سکتا ہوں مگر اس طرح بات بڑھ جائے گی، اس لیے سرِ دست میں کلام کو اسی لفظ ”ابو تراب“ ہی تک محدود رکھتا ہوں۔ میں سب علیؓ پر گزشتہ بحث میں یہ امر واضح کر چکا کہ مروان اور دیگر حامیان بنی امیہ ظن و طعن کے انداز میں حضرت علیؓ اور ان کے رفقاء کو ”تراویہ“ کے نام سے پکارتے تھے چنانچہ حضرت محمدؐ کے متعلق زیادہ سے امیر معاویہؓ کو لکھا تھا کہ ”اس تراویہ سبائہ گروہ کے طاغوتوں نے امیر المؤمنین

کی مخالفت کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مروان اور زیادہ وغیرہ ابوتراب اور تراہمہ کے الفاظ کو اس طریق پر استعمال کرتے تھے جو تباہی باللقاب کی تعریف میں آتا ہے۔ پھر حسن افظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور محبت و منقبت کے ادا فرمایا ہو، اُس میں سے طنز و تمسخر کا پہلو پیدا کرنا تو سبب و شتم بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور شدید و مجرم ہے کیونکہ یہ اُس ذات اقدس کے نطق مبارک پر بالواسطہ طعن ہے جس سے عشق و محبت ہر مسلمان کا دین و ایمان ہے۔ حاقظ ابن کثیر البدایہ، ج ۷، ص ۲۲۶ پر لکھتے ہیں:

کان بعض بنی امیہ یعیب علیاً بتسمیئہ اباتراب و هذا الاسم انما سماہ یدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ثبت فی الصحیحین بنوا امیہ کے بعض افراد حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب کی وجہ سے آپ کی عیب چینی کرتے تھے حالانکہ یہ کنیت تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی جیسا کہ صحیحین سے ثابت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ اس محبت آمیز لقب میں مروان اور دوسرے بنوا امیہ جس طرح مخفی تحریف کرتے تھے اسے بدیر البلاغ ایک معمولی بات قرار دے رہے ہیں لیکن ان مروانیوں کی معنوی ذریت آج بھی ہمارے ہاں موجود ہے اور وہ اس لقب "ابوتراب" کو اب تک نشاۃ نشعیک بنا کر حضرت علیؓ اور آپ کے پاکیزہ خانوادہ پر سب و شتم کی مشق کر رہی ہے۔ لٹڈا بانار لاہور میں ایک شخص ابو یزید بیٹ نے مجتہدین صحابہ کے نام سے ایک جمعیت بنا رکھی ہے۔ اس نے ایک کتابچہ "بنو ہاشم اور بنوا امیہ کی قرابت داری" کے نام سے چھاپا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۵-۱۶ کی درج ذیل عبارت پڑھیے:

"ذرا نگاہ تقدس سے پردہ ہٹا کر نگاہ تدبیر سے غور فرمائیے کہ حضورؐ کی صاحبزادی کو تکالیف

کس نے پہنچائیں۔ آخر سیدنا علیؓ سارا دن کیا کرتے تھے۔ جو خاوند گھر میں کچھ کما کر نہ لائے، اپنی

بیوی کے کام کاج میں ہاتھ نہ بٹاتے، بیوی اور اولاد کی کفالت نہ کر سکے اور بقول حضرت امام

محمد باقر رسول اللہ سے کیے ہوتے وعدے کے خلاف لکڑیاں لانا، پانی بھرنا اور بیرون خانہ

لے غالباً انہی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمود احمد عباسی نے فخریہ کہا ہے کہ میری تبلیغ و تحریک سے

لوگ اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کا نام یزید اور اپنی کنیت ابو یزید رکھنی شروع کر دی ہے۔

کا کام بھی جناب سیدہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ کے ذمے ڈال دے تو اندازہ لگائیں جناب سیدہ اور خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہاشمی داماد سے کیا سکھ ملا ہوگا۔۔۔۔۔ جب رسول خدا نے فاطمہ کو اس حال میں دیکھا، آنسو چشم ہائے مبارک سے رواں ہوتے اور فرمایا اے دخترِ گرامی تمہنی ہائے دنیا کی حلاوت چکھو یعنی سیدنا علیؑ تمہیں جو دکھ دے رہے ہیں، انہیں برداشت کرو۔۔۔۔۔ سبائی مفسرین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے چونکہ سیدنا علیؑ کوئی کام کاج نہیں کرتے تھے اسی لیے حضور انہیں ابو تراب (یعنی مٹی کا؟) بار بار کہہ کر خطاب کرتے تھے۔۔۔۔۔ بار بار ابو تراب اس لیے فرماتے تھے کہ یہ کوئی کام کاج نہ کرتے تھے اور گھر میں پڑے رہتے تھے۔“

یہ پورا رسالہ اس طرح کے مہفوات سے لبریز ہے اور اس میں جگہ جگہ مردان کو رضی اللہ عنہ اور یزید کو سیدنا یزید رضی اللہ عنہ لکھا گیا ہے۔ اس ابو یزید نے اس طرح کی خرافات پر مشتمل متعدد کتابیں شائع کی ہیں۔ مدیر البلاغ صرف اسی ایک اقتباس کو پڑھ کر مجھے بتائیں کہ کیا اب بھی انہیں اس پر اصرار ہے کہ ابو تراب کے لفظ سے کوئی شخص سب و شتم کا کام نہیں لے سکتا اور اسے کسی بھی قاعدے سے سب و شتم کی بوجھاڑ یا گالی نہیں کہا جاسکتا؟

کیا حضرت علیؑ بھی سب و شتم کرتے تھے؟ حضرت علیؑ پر سب و شتم کے ثبوت میں جو روایات اور جو دلائل میں نے پیش کیے تھے ان کے جواب میں عثمانی صاحب نے بعض ایسے اقتباسات نقل کیے ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھی بھی حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہ کی بدگوئی کرتے تھے اور حضرت علیؑ نے حضرت معاویہ اور حضرت عمرؓ بن عاص کو بدترین مرد بلکہ ان کے ایمان تک کو مشکوک بتایا۔ آخر میں سب کچھ نقل کر دینے کے بعد البلاغ ”میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ ہم تو ایسی بیشتر روایتوں کو ان کی سند کے ضعف کی بنا پر صحیح نہیں سمجھتے لیکن مولانا مودودی اور غلام علی صاحب جو تاریخی روایات کو بے چون و چرا مان لینے کے قابل ہیں وہ بتائیں کہ ان روایات کی بنا پر کوئی شخص اگر حضرت علیؑ پر بھی سب و شتم کا الزام قطعیت کے ساتھ لگا دے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔“

اس کا جواب دینے کو تو بڑا مفصل و مدلل دیا جاسکتا ہے۔ لیکن میں تقریباً بائیس صفحے تو پہلے اس موضوع کی نذر کر چکا اور اندازاً اتنے ہی صفحات اب دوبارہ لکھ چکا۔ اس لیے میں اب قطعِ بحث کے لیے صرف یہ کہوں گا کہ ہم ہر قسم کی تاریخی روایات کو لیے چون و چرا مان لینے کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ لیکن ہم اس بات کے قائل بھی نہیں ہیں کہ کسی صحابی کی کوئی غلطی اگر صحیح نقل کے ساتھ احادیث و آثار یا تاریخ میں مروی ہو تو اسے بھی محض اس دلیل کی بنا پر رد کر دیا جائے کہ اس سے صحابہ کرام اور ان کے احترام پر حرف آتا ہے یا پھر ان روایات صحیحہ کے انکار کی راہ اس طرح ہموار کی جاتے کہ ایک صحابی کی خطا کو کالعدم قرار دینے کے لیے بعض ضعیف و کمزور روایات کے ذریعے سے دوسرے صحابی کو بھی اسی طرح کی خطا کا مور د ٹھہراتے ہوئے آخر میں یہ کہہ دیا جائے کہ صحیح اور غلط روایات سب پھینک دینے کے قابل ہیں۔ میری پوری بحث کو سامنے رکھ کر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ سب علی کو ثابت کرنے میں میرا اصل انحصار صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد پر ہے جو بالاجماع حدیث کی صحیح ترین کتابیں ہیں۔ علماء و مورخین جن کے اقوال میں نے نقل کیے ہیں وہ بھی بالاتفاق ائمہ اہل سنت ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ امیر معاویہ کے عہد میں حضرت علیؑ اور اہل بیت پر سب و شتم کا آغاز ہوا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور تک منبروں پر جاری رہا۔ اس کے بالمقابل جناب محمد تقی صاحب پٹرا برابر کرنے کے لیے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ بھی اسی طرح سب و شتم کرتے تھے مگر اس کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں ابن حبیب کی المعجبہ کی ایک عبارت کو جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھی حضرت عثمانؓ کی بدگوئی کرتے تھے۔ تاہم میں اس روایت کی تردید ضروری نہیں سمجھتا۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بعض حضرات صحابہ نے حضرت علیؑ سے عدم تعاون یا فراموشی کا رویہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؑ کا نام یا حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہنے والوں کی سرکوبی نہ کر سکے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضرت علیؑ اس مذموم روش کی حوصلہ افزائی یا اسے گوارا کرتے تھے۔ ویسے تو کوفہ کی مسجد میں خارجی خود انہیں گالیاں اور قتل کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے اور آپ اسے نظر انداز کرتے تھے مگر جس کسی نے آپ کے سامنے حضرت عثمانؓ یا حضرت معاویہ کی بدگوئی کی، آپ نے سختی سے اس پر ٹوکا۔

دوسری روایات عثمانی صاحب نے ابن جریر طبری کی نقل کی ہیں۔ ان میں بلاشبہ حضرت علیؑ کے نامناسب الفاظ مذکور ہیں جو انہوں نے حضرت معاویہؓ یا بعض دوسرے اصحاب کے لیے استعمال کیے ہیں۔ میں معصوم عن الخطا نہ حضرت علیؑ کو سمجھتا ہوں نہ امیر معاویہؓ کو۔ حضرت علیؑ بھی بہر حال انسان تھے۔ ان کے مقابلے میں مخالفت و محاربت کی جو روش اختیار کی گئی اس کے نتیجے میں حضرت علیؑ کے دل کا بلول و مکدر ہو جانا قدرتی بات ہے اور ان کا یہ کہہ دینا کہ معاویہؓ کا کوئی اسلامی کارنامہ نہیں اور وہ اسلام میں بادلِ ناخواستہ داخل ہونے سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے اور ظلمتوں میں سے تھے، یہ ایک ناخوشگوار جوابی رد عمل ہے۔ اگر اسے سب سے شتم سمجھا جاتے تو اس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اثر ادا گرامی بھی سامنے رکھا جائے جو صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں مروی ہے کہ:

”المتنابان ما قالا، فعلى البادى منهما صالح يعيد المظلوم“

دو آدمی ایک دوسرے کی بدگوئی کرتے ہوئے جو کچھ بھی کہیں، اس کا بوجھ ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔

اب بر بنائے انصاف ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس قضیے میں ابتدا کن کی طرف سے ہوئی اور فریق ثانی نے جو بآج جو کچھ کیا وہ فریق اول سے ناپید تھا یا اس سے کمتر تھا؟ اس سلسلے میں مدیر البلاغ نے البدایہ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حجر بن عدی اور ان کے ساتھی حضرت عثمان کی بدگوئی کرتے تھے حضرت حجر کا موقف جو کچھ بھی تھا، اس پر پہلے تفضیلاً لکھ چکا ہوں اور غالباً آئندہ بھی لکھوں گا۔ یہاں میں صرف یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت حجر نے جو کچھ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کیا اور جو کچھ حضرت حجرؓ کے ساتھ کیا گیا اس کی ذمہ داری سے تو حضرت علیؑ تیری ہیں۔ تاہم حضرت علیؑ کی زندگی میں اگر ان کے علم میں کوئی ایسی بات آئی ہے تو آپ نے فوراً اس پر ٹوکا ہے۔ چنانچہ ابوحنیفہ دینور علیؑ اپنی تاریخ الاخبار الطوال کے صفحہ ۱۶۵ پر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا کہ حضرت حجر اہل شام کی بدگوئی کر رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے انہیں پیغام بھیج کر اس فعل سے منع کیا اور باز رہنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے کہا کہ: امیر المؤمنین، کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، مگر میں تمہارے لیے ناپسند کرتا ہوں

کہ تم لعن طعن کرو۔

اس کے بعد مولانا محمد تقی صاحب نے البدایہ ج ۴، ص ۲۵۸ کے ایسے اقوال کا ذکر بھی ضروری سمجھا ہے کہ حضرت علیؑ نے امیر معاویہ کے ایمان تک کو مشکوک بتایا، حالانکہ ابن کثیر نے خود ان اقوال کی تردید کی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جن اقوال کی نقل نے خود تکذیب کر دی ہے ان کے بیان کی کیا حاجت تھی؟ ابن کثیر نے تو انہیں نقل کرنے کے بعد یہ لکھ دیا کہ وھذا عندی لا یصح عن علیؑ (میرے نزدیک ان کی نسبت حضرت علیؑ سے صحیح نہیں)۔ لیکن آپ نے ان روایات کے ساتھ دوسری بہت سی روایات کو بھی لپیٹ میں لیتے ہوئے یہ فرما دیا کہ ہم تو ان جیسی بیشتر روایتوں کو صحیح نہیں سمجھتے۔ گویا کہ یہ تاثر دلانا مقصود ہے کہ جو روایتیں ابن کثیر نے بلا تردید و تمقید نقل کی ہیں یا صحاح کی جو روایات میں نے درج کی ہیں اور جن روایتوں کی ابن کثیر نے تکذیب کی ہے، سب ایک درجے میں ہیں بہم گویا سب کو بے چون و چرا مان لینے کے قائل ہیں اور آپ سب کو یا اکثر کو ناقابل اعتبار، قطعی جھوٹ اور افتراء سمجھتے ہیں۔ یہ غلط بحث کا جو انداز آپ اختیار کر رہے ہیں بعینہ یہی انداز منکرین حدیث اور ناصبیت کے علمبردار اختیار کرتے ہیں وہ چند جھوٹی روایتوں کو لیتے ہیں اور ان کی آڑ میں جس صحیح واضح حدیث کا چاہتے ہیں انکار کر دیتے ہیں۔

مدیر البلاغ چونکہ بڑے شد و مد کے ساتھ اس بات کے مدعی ہیں کہ جن احادیث و روایات میں سب علیؑ کا ذکر ہے، اس سے مراد بس حضرت علیؑ کی شان میں کچھ غیر محتاط الفاظ کا استعمال ہے، اس لیے میں یہاں سنن ابن ماجہ کی مزید ایک حدیث پیش کیے دیتا ہوں، اس کے ابواب فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

عن سعد ابن ابی وقاص قال قدم معاویۃ فی بعض حجّاتہ فدخل علیہ سعد

فذكروا علیہا فقال مند فغضب سعد۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ ایک حج کے

موقع پر آئے تو حضرت سعد ان کے پاس گئے۔ وہاں حضرت علیؑ کا ذکر آیا تو امیر معاویہؓ نے ان

کی بدگونی کی۔ اس پر حضرت سعد غضبناک ہو گئے۔ (اس کے بعد حضرت سعد نے حضرت

علی کے وہی فسائل بیان کیے جو دوسری روایات میں مذکور ہیں۔

میں نے یہاں نال منہ کا ترجمہ بدگوئی کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مولانا عثمانی صاحب فرمائیں کہ بدگوئی کا لفظ سخت ہے لیکن وہ خود ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے تازہ خصوصی نمبر میں صفحہ ۳ پر انہوں نے بھی حضرت حجراوران کے ساتھیوں کے متعلق ”بدگوئی“ کا لفظ لکھا ہے جو نیا لون منہ کا ترجمہ ہے۔ اب ناپ تول کے پیلنے دو دو تو نہیں ہونے چاہئیں کہ ایک حضرت معاویہ کے لیے ہوا اور ایک حضرت محمدؐ کے لیے ہو۔

مشہور مؤرخ احمد بن یحییٰ البلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتے ہیں :

”لَمَّا قَدِمَ بُسْرِنَ ابْنِ اِرطَاةَ البَصْرَةَ وَكَانَ مَعَاوِيَةَ بَعَثَهُ لِقَتْلِ مَنْ خَالَفَهُ وَاسْتِخْيَارَ مَنْ بَايَعَهُ، صَعِدَ الْمَنْبَرُ فَذَكَرَ عَلِيًّا بِالْقَبِيحِ وَشْتَمَهُ وَتَنَقَّصَهُ، ثُمَّ قَالَ اِيهَا النَّاسُ اَلَسْتُمْ كَمَا بِاللّٰهِ اِمَّا صَدَقْتُ؟ فَقَالَ ابُو بَكْرَةَ اَنْتَ تَنْشُدُ عَظِيْمًا وَاللّٰهُ مَا صَدَقْتَ وَمَا بَرَرْتَ فَاَمْرًا بِابِي بَكْرَةَ فَضُرِبَ حَتّٰى غَشِيَ عَلَيْهِ۔“

جب بُسْرِن ابی ارطاة بصرہ میں پہنچا اور معاویہ نے بُسْر کو اس لیے بھیجا تھا کہ وہ ان کے مخالفین کو قتل کرے اور ان کی بیعت کرنے والوں کو زندہ رہنے دے تو بُسْر نے منبر پر چڑھ کر علیؑ کا ذکر بڑے الفاظ میں کیا، ان کی بدگوئی اور نقیص کی پھر کہنے لگا ”اے لوگو تمہیں خدا کی قسم کیا میں نے سچ کہا؟“ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا ”تم بہت بڑی ذات کی قسم دلا رہے ہو، خدا کی قسم تم نے نہ سچ کہا، نہ نیکی کا کام کیا۔ بُسْر نے حضرت ابوبکرؓ کو مارنے کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ مارے بیہوش ہو گئے۔“ (انساب الاشراف ص ۴۹۶، جلد اول دارالمعارف مصر)

بُسْر بھی امیر معاویہ کا عامل تھا اور اس کے ظلم و ستم کے واقعات سارے مؤرخین نے بیان کیے ہیں۔ اب یہاں بلاذریؒ صاف بیان کر رہے ہیں کہ اس نے منبر پر چڑھ کر حضرت علیؑ کا ذکر قبیح طریق پر کیا، آپ پر سب و شتم کیا اور آپ کی توہین و تحقیر کی اور ٹوکنے والے صحابی کو مار کر بیہوش کر دیا۔ اتنی تصریحات کے بعد اس بات کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ ساری سب و شتم والی روایات کو کالعدم یا بالکل معمولی اظہار اختلاف پر محمول کر دیا جائے۔

سلسلہ سب و شتم کی طوالت | پھر یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ حضرت علیؓ پر سب و شتم اور اس کے جواب میں اگر کچھ ہوا ہے تو وہ بھی حضرت علیؓ کی زندگی تک محدود رہتا، تب بھی اس فعل کے صدور کو لائق انماض سمجھا جاسکتا تھا کیونکہ سب و شتم سے باہر آچکی ہوں اور معرکہ خونچکان گرم ہو چکا ہو، اس وقت زبانوں کا بالکل خاموش رہنا محالات میں سے تھا۔ لیکن حضرت علیؓ کی شہادت، بالخصوص حضرت حسنؓ کی امیر معاویہ کے مقابلے میں خلافت سے دستبرداری کے بعد اس مہم کو ایک طرفہ جاری رکھنے کا آخر کیا جواز ہو سکتا تھا؟ میں متعدد حوالوں کے ذریعے سے یہ بات ثابت کر چکا کہ حضرت حسنؓ نے شرائط صلح میں سے ایک شرط یہ لکھوائی تھی کہ ہمارے اللہ ماجد اور ہمارے گھرانے پر سب و شتم کا سلسلہ بند ہو یا کم از کم ہمارے سامنے ایسا نہ ہو۔ یہ شرط طے ہو گئی مگر افسوس کہ اس کی پابندی نہ ہو سکی اور جیسا کہ مورخ ابوالفضل اور دوسرے سب مؤرخین نے بیان کیا ہے سب و شتم کی مہم یا قاعدہ سرگرمی کے ساتھ دوبارہ اس وقت شروع ہوئی جب امیر معاویہ کا کامل تسلط ہو چکا تھا اور بظاہر کوئی اختلاف فضا میں موجود نہ رہا۔ سارے مورخ اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور ان کے بھائیوں کی روش امیر معاویہ کے ساتھ ہمیشہ بڑی مصالحانہ رہی۔ مدیر البلاغ کو بھی اس کا اعتراف ہے اور انہوں نے جا بجا یہ لکھا ہے کہ حضرت مجتہد نے جب حضرات حسینؓ کو امیر معاویہ کے خلاف اٹھنے پر اکسایا تو انہوں نے ہرگز اس کی حوصلہ افزائی نہ کی اور اسی طرح محمد بن حنفیہ نے یزید کی عدم اطاعت پر لوگوں کو ٹوکا اور کہا کہ وہ بھلے آدمی ہیں۔ اس ساری صورت حال کے بعد اس سب و شتم کی مہم کا جاری رہنا اتنا افسوسناک بلکہ دزداناک ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ مدیر البلاغ اگر چاہیں تو اس سارے سلسلے کا انکار کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ محض تاریخی روایات ہی کا نہیں احادیث صحیحہ کا بھی انکار ہو گا۔ "اردو والے سب و شتم" اور "عربی والے سب و شتم" کی اقسام بیان کرنے سے بھی کام نہیں چلے گا۔ مثلاً میں نے سنن ابی داؤد کی ایک حدیث نقل کی تھی جس میں مذکور ہے کہ حضرت حسنؓ کی وفات پر حضرت مقدم بن معدیکرب نے جب اناللہ وانا الیہ راجعون کہہ کر اظہار افسوس کیا تو اس پر حضرت امیر معاویہ نے تعجب کا اظہار فرمایا اور ان کے ایک خوشامدی نے کہا کہ حسنؓ تو ایک انکارہ تھا جسے اللہ نے بچھا دیا۔ اس پر حضرت مقدم نے جو کچھ فرمایا اور شارحین حدیث نے جو کچھ لکھا، وہ بھی میں نقل کر چکا۔ ایسی مثالیں صحیح احادیث سے مزید بھی پیش کی جاسکتی ہیں مگر ایسی دراز نفسی تبلیغ نوائی کا حاصل معلوم!

یہاں چونکہ تاریخی روایات کی بحث چل نکلی ہے اس لیے میں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا، وہ یہ ہے کہ جو لوگ دوسروں کے معاملے میں بڑے محقق اور تقادبتتے ہیں انہیں خود بھی تحقیق و تثبت کے ساتھ بات کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ مدیر البلاغ نے جب مولانا مودودی پر تنقیدی مضامین کا سلسلہ شروع کیا تھا تو انہوں نے صفر ۱۳۸۹ھ کے پرچے میں ص ۷۷ پر لکھا تھا کہ تاریخی روایات میں اسماء الرجال کی کتابوں سے رجوع نہ کیا جائے تو خدا را مولانا مودودی یہ بتلا میں کہ ابن جریر نے جو نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے (معاذ اللہ) اودیبا کی بیوی سے زنا کیا تھا، اسے رو کر دینے کی آخر کیا وجہ ہے۔ میں نے اپنی حد تک تفسیر ابن جریر کے جملہ متعلق مقامات کو بغور دیکھ لیا ہے اور میں پورے یقین و اطمینان سے یہ کہتا ہوں کہ ابن جریر پر یہ بالکل ایک جھوٹا اتہام ہے۔ بلاشبہ انہوں نے بعض اسرائیلی روایات نقل کی ہیں جو قابل اعتماد نہیں ہیں لیکن زنا کا الزام، خواہ مقصود اس کی تردید ہی ہو، یہ امام ابن جریر نے کہیں بھی درج نہیں کیا۔ ابن جریر کو بدنام اور ملعون کرنے میں بعض دوسرے لوگوں نے کوئی کسر چھوڑی تھی تو کیا اب عثمانی صاحب اُسے بھی پورا کر دینا چاہتے ہیں؟

میں نے حکایات الاولیاء کے حوالے سے جو واقعہ نقل کیا تھا، اس کے متعلق مدیر البلاغ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت شاہ شہید نے شیعہ حضرات کو الزامی جواب دیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت شاہ شہید کا نظریہ یہی تھا۔ سبحان اللہ، کیا عجیب توجیہ ہے! حکایات الاولیاء میں مولانا تھانوی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مولانا شہید نے سبحان علی خاں (شیعہ) سے کہا کہ تباؤ حضرت امیر معاویہ پر حضرت علی کے دربار میں تبرا ہوتا تھا۔ اس نے کہا: "نہیں، حضرت علی کا دربار سچو گرتی سے پاک تھا۔ شاہ شہید نے پھر پوچھا کہ حضرت معاویہ کے یہاں حضرت علی پر تبرا ہوتا تھا؟ اس نے کہا کہ "بے شک ہوتا تھا" اس پر مولانا شہید نے فرمایا کہ اہل سنت الحمد للہ حضرت علی کے متعلق ہیں اور روافض حضرت معاویہ کے۔ اگرچہ پہلے دو سوالات کے جوابات پر شاہ شہید کا خاموش رہنا ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہ خود اسے تسلیم کرتے ہیں کہ امیر معاویہ پر حضرت علی تبرا نہیں کرتے تھے مگر حضرت علی پر امیر معاویہ کے ہاں تبرا ہوتا تھا، لیکن بعد میں دوبارہ جب انہوں نے فرمایا ہم اہل سنت حضرت علی کے متعلق ہیں جو تبرا نہیں کرتے تھے اور روافض حضرت معاویہ کے متعلق ہیں

جن کے یہاں تبرا ہونا تھا تو پھر شاہ شہید کے "تظریہ" میں کیا شبہ رہا۔ کیا عثمانی صاحب کے نزدیک شاہ شہید اہل سنت میں شامل نہ تھے؟ اسی طرح شاہ شہید کے جواب کو الزامی جواب کیسے کہا جاسکتا ہے؟ الزامی جواب تو یہ ہوتا کہ وہ عثمانی صاحب کی طرح کہتے کہ چلیے، اگر امیر معاویہؓ سب و قسم کرتے تھے تو حضرت علیؓ بھی کرتے تھے، اس لیے معاملہ برابر برابر ہو گیا۔

آخر میں مولانا محمد تقی صاحب فرماتے ہیں کہ ملک صاحب نے ماضی قریب کے بعض مصنفین کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں کہ انہوں نے بھی وہی باتیں لکھی ہیں جو مولانا مودودی صاحب نے لکھی ہیں لیکن یہ بات کسی غلطی کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتی کہ وہ ماضی قریب کے بعض دوسرے مصنفین سے بھی سرزد ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان مصنفین کی ان باتوں کو پیدہ بھی آپ نے یا کسی اور نے غلط کہا ہے، یا وہ آج مولانا مودودی کی تائید میں پیش ہونے کی وجہ سے غلط ہو گئی ہیں؟ پھر اگر ان سب حضرات کی یہ باتیں غلط ہیں تو کیا ان کے خلاف بھی آپ نے اس طرح کی محاذ آرائی اور مورچہ بندی کی ہے جس طرح آپ ہمارے خلاف کر رہے ہیں؟ آخر غلط اور صحیح کا معیار صرف آپ کی ذات ہے، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ مولانا مودودی اور ان جملہ مصنفین کی بات صحیح ہو اور آپ ہی کی بات غلط ہو؟ پھر میں نے ماضی قریب ہی نہیں ماضی بعید کے ایسے بے شمار اصحاب کی عبارتیں نقل کر دی ہیں جن کے علم و فضل اور تقویٰ و تدبیر سے عثمانی صاحب اور میر علم و فہم کو وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ذرے کو آفتاب سے ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے نہایت تعلق و تضحی سے یہ کہا کہ امیر معاویہؓ کے فیصلوں سے اختلاف تو ہو سکتا ہے، لیکن آج تک مولانا مودودی کے سوا کسی نے انہیں بدعت کہنے کی جرأت نہیں کی۔ میں نے اس کے جواب میں متعدد مثالیں ائمہ امت کی پیش کر دیں جنہوں نے امیر معاویہؓ کے ایسے فیصلوں کو بھی بدعت قرار دے دیا جن کے حق میں شرعی دلیل و تاویل موجود ہے۔ اس کے بعد بھی کیا آپ اپنے موقف پر جمے رہیں گے؟